

آپا — میں مجتو بھائی کو دیوتا سمجھتی تھی وہ تو انسان بھی نہ لگے ۔۔۔
چھر پٹاخ سے دروازہ اپنے پیچے بند کرتی لیلی اندر چلی گئی۔
زرقا ہوئے ہوئے میر حسیان اترنے لگی۔ اس کا ایک ایک پاؤں زنجیر دن
سے بندھا تھا اور کمر کی جاشب سے اُسے کوئی گھیٹ رہا تھا۔

اس کی نظر دن میں سمندر کی بڑھتی سمندھی شور مچاتی لہریں بھیں پاؤں ابرق آکو د
ریت کا بھر بھرا پن محسوس کر رہے تھے اور مجتو اس سے کان کا مٹا پس مانگ رہا
تھا — اب بھی اس کے کانوں میں مجتو کی آواز صاف اکر رہی تھی ۔۔۔
”زرقا بیگم تمہاری مجبوری میری مجبوری ہے ورنہ جو چیز پیچے اچھی لگتی ہے وہ
میں یوں اڑا لیا کرتا ہوں ۔۔۔“

♦

♦

جبیب اسے میر حسیون میں ملا اور چھوٹتے ہی بولا — ”کمال سے پروفیسر صاحب
..... بھی اپے ہو سکتے تھے ۔۔۔“

زرقا کے پاؤں میر حسیون پر جنم گئے اس نے سمارے کے لئے ایک با تھہ
رینگ پر رکھ کر پوچھا۔

”میرزا صاحب آپ مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں؟“
جبیب میرزا نے بوکھلا کر کہا — ”ہاں — زرقا..... کیوں نہیں
دل و جان سے؟“

”تو بھر آپ کو میری ایک شرط ماننا ہوگی ۔۔۔“
”کہیئے — جو شرط بھی ہوگی میں سر کے بل پوری کروں گا۔۔۔ فرمائیے“
زرقا نے آنکھوں میں آئے ہوئے آشونوں کو چھپانے کی خاطر منہ پرے کر لیا
اور مشکل بولی — ”اماں آپ کو تھانے میں رپورٹ لکھوانے بھیجیں گی۔۔۔“

اور..... اور آپ وہ رپورٹ نہیں لکھوائیں گے۔
زرقا کی آنکھوں میں آنسو پھیل گئے۔

”خزدرو خزدرو۔۔۔۔۔۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ یہ تو میرے اپنے بس کی بات ہے“
وہ چٹکی بجا کر بخوبی کی سی تازگی سے اوپر چڑھ گیا۔

لیکن یہ چٹکی زرقا کے کان کے پاس بیکی اور اس نے اس کا ٹاپس اتار لیا۔۔۔۔۔۔ پھر کان تلے ایک ٹھنڈا بو سہ دیکھنے لگا۔ زرقا کے آنسو رخساروں پر بہ رہے تھے وہ رینگ کا سہارا لئے کھڑی تھی۔ شاید اسے کسی انسان سے کبھی بھی محبت نہ ہو سکتی تھی۔

جب تک مجود یوتار ہا اس کے من کے سنگماں پر براجمان رہا۔
اور اب ذلت کی گھرائیوں میں اُتر کر وہ اس کے پیروں سے چھٹا ہوا تھا اس کے آنسوؤں پر حکمرانی کر رہا تھا۔ اور گلے کے قریب ایک رُگ تھی کہ دھڑکتی ہی چلی جا رہی تھی۔ مینا پر شد کی دھار پیک رہی تھی۔

♦ ♦ ♦

ٹرین جیدر آبادیشن پر لڑکی ہوئی تھی۔ مجڑکی سیٹ پر ایک پڑانا ایسچی کیس اور ایک چھوٹی سی گھڑی تھی جس میں ریت میں سنے ہوئے اس کے کپڑے تھے اس کا سارا وجود جیسے چوری ہو گیا تھا۔ صرف اندر کے دیئے ہوئے پچاس روپے جیب میں تھے۔ وہ رات کو جب چکے سے فدیٹ سے نکلا تو سوچ رہا تھا کہ جو لڑکی ایک بو سے کی متحمل نہیں ہو سکتی وہ شادی جیسے رکڑ کھانے، المال کرنے آزمائے جانے والے رٹے کی متحمل کیسے ہوگی؟ اس نے پانچ سال کے بعد یہی سوچا کہ ایسی نازک لڑکی پر مزبدی اپنی محبت کا بوجھ ڈالنا ظلم ہو گا۔ اسی فیصلے پر پنج کراس نے اپنا مختصر سامان اٹھایا۔۔۔۔۔۔